(۱۴۳)

اس طرف تھا سپہ ظلم وستم میں یہ بیاں
اس طرف لے چلے ہمشیر کو سلطانِ زماں
تھی مگر درد میں ڈوبے ہوئے لب پر یہ فغاں
اے مرے قوتِ دل اے مرے ناشاد جواں
نہ کہا کچھ اثرِ تشنہ دہانی مجھ سے
اٹھ سکے گا نہ کبھی داغِ جوانی مجھ سے

(۱۴۴)

اس جگہ ہوگا پس شاہ ہمارا نہ قیام
پرخطر دونوں ہیں اس دشت میں ہو صبح کہ شام
دل کو ہوگا نہ درندوں کی صدا سے آرام
کس جگہ پر پسند آیا تمہیں سونے کا مقام
روؤں گی یاد کلیجے کو جو تڑپائے گی
کس طرح دشتِ پرآشوب میں نیند آئے گی

(۱۴۵)

کفِ افسوس نہ کس طرح یہ ناشاد ملے
ہے ڈرونی وہ جگہ شمع جہاں پر نہ جلے
خنجرِ ظلم سے میدان میں کٹوا کے گلے
اے زمیں تجھ پہ پڑے ہیں مری گودی کے پلے
مدد اتنی مری ہنگامِ مصیبت کرنا
زخم کھائے ہوئے لاشوں کی حفاظت کرنا

(۱۴۶)

دلِ بیتاب پہ کیونکر نہ پڑے غم کا اثر
موت ہر ایک کو آئی ہے وطن سے چھٹ کر
دوپہر میں کیا تقدیر نے ویراں مرا گھر
ہوگا اتنا نہ کوئی بھی جو بچائے چادر
وہ نظر آئے گا جو بخت کی تحریر میں ہے
قید پردیس میں ہونا مری تقدیر میں ہے

(۱۴۷)

بس بس اے ذاخرؔ رنجیدہ و تفتیدہ جگر
اٹھ سکے گا نہ فغانِ دلِ زینبؑ کا اثر
دیکھ امنڈ آئے نہ طوفانِ یمِ دیدۂ تر
دل کی پائے گا نہ پھر جوششِ گریہ سے خبر
تو سنبھالے تو سکوں غم سے دلِ مضطر لے
رکھ کے کاغذ پہ قلم ہاتھ کو خالی کر لے

(ماخوذ از نظارہ لکھنؤ مرثیہ نمبر، فروری ۱۹۷۳ء، صفحہ نمبر ۹۴ تا ۱۰۷)

منقبت درشانِ حضرت حجتؑ

خطیب انقلاب مولانا حسن ظفر نقوی اجتہادی، پاکستان

کسی کے آنے کی کرتی ہیں آرزو آنکھیں
کسی کو پانے کی کرتی ہیں جستجو آنکھیں
کسی وجود کی خوشبو رچی ہے سانسوں میں
کسی کو ڈھونڈتی رہتی ہیں چارسو آنکھیں
نہ جانے کب کہاں دیدار ان کا ہو جائے
ہمیشہ اس لئے رکھتا ہوں باوضو آنکھیں
میں چپ رہا مرے اشکوں نے بھید کھول دیا
ہوں لب خموش تو کرتی ہیں گفتگو آنکھیں
یہ انتظار کی دولت انھیں کو ملتی ہے
جو ان کی راہ میں رکھیں لہو لہو آنکھیں
نہ بند کرنا مری پتلیاں جو مرجاؤں
لحد میں بھی مجھے رکھیں گی سرخرو آنکھیں
خوشی ہو غم ہو، یہ آنسو گواہی دیتے ہیں
عقیدتوں کی بچاتی ہیں آبرو آنکھیں
ہر اک نظر میں جل اٹھے دیے عقیدت کے
بکھیرتی ہیں فضاؤں میں رنگ و بو آنکھیں
ملا ہے حق سے سراپا حبیب برحقؐ کا
وہ خدّ و خال، وہ ابرو، وہ ہو بہو آنکھیں
ظفرؔ نظر سے جو اوجھل ہے دل کا مالک ہے
تلاش میں ہیں اسی کے یہ کو بکو آنکھیں